میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس شخص کی طرف رجوع کروں لہذا استخارہ کی نیت سے حضرت غوث الاعظم کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہوا، خواب میں آپ کی زیارت ہوئی مجھے دیکھ کر فرمایا۔ شیخ ابوالرضا! ادھر آؤ۔ اس کے بعد میرے اوپر کچھ عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور میں یہ یاد نہ رکھ سکا کہ پھر کیا ہوا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ اس شخص کی کشش جو میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی زائل ہو گئی۔[۱]

ایک دوسرے خواب کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت غوث الاعظمؒ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ حضور! میں ایک ایسے شخص سے بیعت ہونا چاہتا ہوں جس نے آپ سے اخذ طریقت کیا ہو، آپ میری رہنمائی فرمائیں کہ کون اس کا اہل ہے۔ فرمایا، ٹھیرو نہیں تمہیں عنقریب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بیعت حاصل ہوگی، لہذا کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ میں کسی راستہ پر جا رہا ہوں جہاں کوئی دوسرا راہ گیر نہیں تھا البتہ کچھ نشانات قدم ضرور نظر آتے ہیں۔ کچھ دور جا کر میں نے دیکھا کہ ایک نہایت نورانی شکل و صورت والے بزرگ راستہ کے درمیان تشریف فرما ہیں، انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ میں علی ہوں اور مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہیں لیجا کر ان کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ چنانچہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور جناب سرور کائناتؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ کے نیچے رکھ کر اپنا ہاتھ حضور سرور کائناتؐ کے دست مبارک میں دیدیا اور فرمایا۔ یارسول اللہ ھذا ید ابی الرضاء محمد پھر حضورؐ نے بیعت فرمائی، اس کے بعد حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تمام اولیاء اللہ کے سلسلۂ بیعت میں میں اسی طرح وسیلہ بنتا ہوں اس کے بعد آپ نے اشغال و اذکار کی تعلیم دی اور خطاب و توجہ سے سرفراز فرمایا، جس کے بعد تمام مراحل سلوک میرے لئے آسان ہو گئے۔[۲]

---

[۱] شوارق المعرفہ مشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہؒ ص ۸۸ – ۸۹۔

[۲] ایضاً ص ۸۹۔

فقر و قناعت تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے والد محترم کے ایما پر امراء اور معززین وقت کے یہاں آمد و رفت اختیار کی جس کے نتیجہ میں دربار شاہی میں آپ کا ایک معزز عہدہ مقرر ہوگیا، مگر قدرت کو اور ہی کچھ منظور تھا، چنانچہ فطری استعداد ظاہر ہونے لگی، شاہی ملازمت اور دنیاوی طمطراق سے طبیعت اچاٹ ہوگئی لہذا ملازمت ترک کرکے عزلت نشینی اور توکل علی اللہ اختیار کرکے عوام و خلائق سے دور گوشۂ تنہائی اختیار کرلیا۔ اس موقع پر شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے دنیاوی علائق سے کنارہ کشی اختیار کی تو اپنی بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ دیکھو! جس راستہ کو ہم نے اپنایا ہے وہ انتہائی خطرناک اور دشوار گذار ہے مگر باوجود شدائد و مصائب کے ہم اس کو چھوڑ بھی نہیں سکتے لہذا اگر تمہیں میری رفاقت منظور ہے تو ان تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ہوگا، لذیذ اور مزیدار غذاؤں اور لباس فاخرہ سے اجتناب کرنا ہوگا نیز اپنے اعزہ و اقرباء سے ترک تعلق کرنا پڑے گا۔ اگر یہ شرائط منظور ہیں تو نبھا ورنہ پھر تمہیں اختیار ہے۔ اس نیکدل بی بی نے آپ کی یہ باتیں سنکر بیک بینی و دوگوش تمام زیورات اور قیمتی کپڑے جسم سے علیحدہ کردیئے اور دنیاوی آرام و آسائش سے منہ موڑ کر ایک نیلی پیراہن زیب تن کرکے ہر قسم کی سختیوں کو جھیلنے کے لئے تیار ہوگئیں مگر آپ کی رفاقت چھوڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوئیں شیخ ابوالرضاؒ، بی بی صاحبہ کو اپنے ہمراہ لے کر آبائی مکان سے نکل کھڑے ہوئے اور فیروز آباد کی مسجد کے قریب ایک تنگ و تاریک حجرہ بناکر سکونت اختیار کرلی اور دن رات عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ان ایام میں ان دونوں حضرات کو دو دو تین تین فاقے ہوجایا کرتے تھے، اگر تھوڑا بہت کہیں میسر ہوجاتا تو وہ بھی چھاچھ اور جو کی روٹی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔[1] اگر کبھی کسی مخلص کے ذریعہ آپ کو کچھ مل جاتا تو اس میں سے بہت قلیل مقدار میں خود تناول فرماتے اور باقی فقراء و مساکین میں تقسیم کردیتے، آپ کے گھر میں چولہا چکی کے قسم کا کوئی ساز و سامان نہ تھا۔

---

[1] شوارق المعرفہ مشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہؒ ص ۸۸۔

استغنار وتوکل مزاج میں کوٹ کوٹ کر داخل تھا۔ ہر شخص کے ساتھ نہایت تواضع انکساری اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے لیکن ساتھ ہی شاہ دولتمندوں اور امراء وقت سے بیحد متنفر تھا سلطان اورنگ زیب عالمگیر غازیؒ (۱۶۵۸ء — ۱۷۰۹ء) جیسے پابند شریعت بادشاہ نے متعدد بار دولت کدہ پر حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ نے اس درخواست کو بالکل درخورِ اعتنا نہ خیال کیا اور سلطان موصوف کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دی۔[1]

اسی طرح امراء و متمول حضرات اگر کبھی تحفے تحائف بھیجتے تو قبول نہ فرماتے لیکن اگر کوئی غریب اور دیندار مسلمان معمولی سا بھی ہدیہ لا کر نذر کرتا تو بڑی خوشی سے قبول فرما لیتے اور اسکے حق میں دعائے خیر فرماتے۔

زہد وورع

آپ کی پوری زندگی تقویٰ، طہارت اور زہد وورع کا مکمل نمونہ تھی چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شیخ منظفر رہتکیؒ کے حوالہ سے ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ رہتک سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کے لئے مصری کے کوزے ہدیۃً لایا کرتے تھے مگر آپ انہیں ازراہ تقوے قبول نہ فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ گاؤں اور قصبوں کے رؤسا کی بیع وشرا قانون شریعت کے مطابق نہیں ہوتی اس لئے میں اس قسم کے تحفوں کو قبول نہیں کرتا۔ چنانچہ شیخ منظفر نے اپنی یہ عادت ترک کر دی مگر کبھی کبھی مصری کے کوزے شیخ کے بچوں کو لا کر پیش کر دیتے۔ ایک بار اتفاقاً اس میں سے تھوڑی مصری شیخ نے بھی تناول کر لی، بہت پسند آئی، فرمایا، شیخ منظفر، ہم نے تمہاری لائی ہوئی مصری کھائی، واقعی بہت عمدہ تھی اب ہم تو رعایت زائدہ ترک کرتے ہیں اور شریعت حقہ جن ظاہری معاملات کا حکم دیتی ہے بس اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔[2]

تقرب الی اللہ کے لئے ضروری ہے کہ سنت نبوی کا کوئی گوشہ بھی عمل پیرا ہونے سے بچ نہ جائے اس لئے آپ نے کبھی کسی سنت کو ترک نہیں کیا، چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آپ جب مسجد میں تشریف لاتے تو دروازے پر تھوڑی دیر خاموشی سے کھڑے ہو جاتے پھر بایاں پیر جوتے سے نکال کر اس پر رکھ لیتے اس کے بعد دایاں پیر مسجد میں داخل فرماتے اسطرح سے مقصود

---

[1] حیات ولیؒ، حافظ رحیم بخش دہلوی ص ۱۰۴ [2] شوارق المعرفۃ، مشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ ص ۹۲۔

یہ تھا کہ ان دونوں حدیثوں لیکن الیمن او لھما تنعل واخراھما تنزع اور کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن فی شانہ کلہ پر پورا پورا عمل پورا ہو جائے۔

مکاشفات وتصرفات شاہ ولی اللہ نے شوارق المعرفہ میں آپ کے بہت سے مکاشفات وتصرفات کا ذکر فرمایا ہے اس وقت صرف ان واقعات کو پیش کرنا ہے جن سے آپ کی شخصیت کا کوئی خاص ربط وتعلق ہے۔

ایک بار آپ نے زہد وتقویٰ اور نفس کشی کے خیال سے یہ ارادہ کیا کہ ایک ایسا دبیز موٹا لباس اختیار کرنا چاہیے جو زیادہ دنوں تک چل سکے اور تکلفات سے بالاتر ہو چنانچہ اپنے ایک کشمیری معتقد سے مذکورہ لباس مہیا کرنے کے لئے کہا، کچھ دنوں بعد انہوں نے حسب فرمائش لاکر پیش خدمت کیا، آپ نے بڑی مسرت کیساتھ اس کو زیب تن کیا اور مستقل پہنتے رہے ایک روز بعد نماز چاشت چہرہ پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی، شیخ محمد پھلتی جو خدمت اقدس میں اکثر حاضر رہا کرتے تھے اور کچھ بے تکلف بھی تھے انہوں نے اس تبسم کا سبب دریافت کیا تو فرمایا،

حق سبحانہ تعالیٰ الہام فرستاد کہ در خزانۂ ما قصورے ہست کہ ایں جامہ اختیار کردی ہکفل جمیع احوال شمائیم۔ میخواہیم کہ بناز ونعمت داریم۔ ایں را نزع کنید و عنقریب لباس لائق شما فرستیم آں را بر کشید یدؓ	حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ القاء فرمایا کہ کیا ہمارے خزانے میں کچھ کمی تھی کہ تم نے یہ لباس اختیار کیا، ہم ہر حال میں تمہارے کفیل و کارساز ہیں ہم تمہیں دنیا میں ناز ونعمت سے رکھنا چاہتے ہیں تم اس لباس کو اتار ڈالو ہم عنقریب تمہاری شان کے لائق لباس بھیج رہے ہیں اسے پہنو۔

اس بشارت کے بعد نئے لباس کے منتظر ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک بڑھیا عورت نے آکر دروازہ پر دستک دی جب وہ اندر آئی تو بڑی فصاحت وبلاغت سے گفتگو شروع کی پھر اس نے بہت آراستہ ومکلف لباس حاضر خدمت کیا، آپ نے وہ لباس فاخرہ بہ خوشی پہنا اور خدا کا شکر بجا لائے، اس واقعہ کے بعد سے آپ ہمیشہ بیش قیمت کپڑے پہن کر باہر نکلا کرتے تھے۔

لہ شوارق المعرفہ رمشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ ص ۹۱

اسی طرح شیخ رحمت اللہ کفش دوز بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں شیخ ابوالرضا محمد فیروز آبادی کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ سنا جاتا ہے کہ شیخ بایزید بسطامیؒ بعض اوقات کسی شخص پر اپنی خاص نظر ڈالتے تھے تو وہ قوتِ جذب وحدت نظر سے مر جاتا تھا آج کے دور میں اگرچہ شیوخ کا جذبہ نو بہت ہے مگر اب کسی میں ایسی باطنی قوت نہیں پائی جاتی۔ یہ سنکر شیخ ابوالرضاؒ کی غیرت حمیت حرکت میں آئی اور آپ نے بے اختیاری کے عالم میں فرمایا: بیشک سلطان بایزید بسطامی ارواح کو جذب کر لیتے تھے مگر ان ارواح کو دوبارہ جسموں میں ڈالنے کی قوت ان میں نہ تھی پھر اس کے بعد فرمایا:۔

دل مرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برعذار دل خود تربیت فرمودہ است و آں قوت دادہ کہ اگر خواہم جذب کنم روح کسے را و اگر خواہم رد کنم او را۔	میرے دل کو رسول اللہؐ نے اپنے قلب مبارک کے تقابل سے تربیت دی ہے اور ایک ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو کسی شخص کی روح جذب کر لوں اور چاہوں تو اسکو واپس کر دوں۔

یہ کہہ کر شیخ نے مجھ پر ایک نظر خاص ڈالی اور میری روح کو جذب کر لیا، میں مردہ ہو کر زمین پر گر گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میں ایک گہرے دریا میں ڈوب رہا ہوں۔ جب میری یہ کیفیت ہوئی تو شیخ نے میری طرف اشارہ کر کے سائل سے پوچھا کہ دیکھو یہ زندہ ہے کہ نہیں؟ اس نے میرا ایک حصہ ٹٹول کر عرض کیا کہ بالکل مردہ ہے، پھر فرمایا کہ اگر کہو تو اسے اسی حالت میں چھوڑ دوں اور کہو تو دوبارہ اس کے قالب میں روح کو واپس کر دوں، اس نے مبہوت ہو کر عرض کیا کہ اگر یہ زندہ ہو جائے تو کمالِ عنایت ہو گی چنانچہ آپ نے دوبارہ توجہ کی اور میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

غرض کہ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ ابوالرضا انتہائی روشن ضمیر اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے مستند و معتبر سوانح نگار حافظ رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ شیخ ابوالرضا محمد کے باطنی تصرف و کشف کی یہ ظاہر مثالیں ہیں لیکن جب غور سے دیکھا

لہ شوارق المعرفہ مشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہؒ ص ۹۵/۹۶۔

جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سنِ رشد کے زمانے سے عہد انتقال تک جو بات بھی آپ کی زبان سے نکلی وہ بجائے خود ایک سچا کشف اور معجز نما کرامت تھی۔[1]

علمی کمالات شیخ کے اوقاتِ شب و روز ذکر و فکر اور عبادت الٰہی میں صرف ہوتے تھے اور پھر اس سے جو وقت بچتا تھا وہ علمی مشاغل اور درس و تدریس میں صرف ہوتا تھا۔ آپ کے حلقہ درس میں ہر طبقہ کے طلباء حاضر ہوتے تھے اور ہر قسم کے علوم و فنون سے اپنے دامنِ طلب کو بھرتے تھے۔ ابتداءً تمام کتب متداولہ درس میں شامل رہتی تھیں مگر آخر عمر میں تفسیر بیضاوی اور مشکوۃ شریف کے علاوہ اور کسی کتاب کا درس دینا پسند نہیں فرماتے تھے، ہر جمعہ کو بعد نماز مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے جس میں معمول تھا کہ پہلے قرآن مجید کی کوئی عبرت خیز آیت کی تلاوت فرماتے تھے پھر تین حدیثیں نہایت ترتیل کے ساتھ دردانگیز لہجہ میں پڑھتے تھے اس کے بعد آیت قرآنی اور احادیث کا فارسی میں ترجمہ بڑی شرح و بسط سے بیان کر کے وعظ و نصیحت شروع کر دیتے تھے۔ آپ کے وعظ میں علما، صوفیا اور روٴسار سب ہی پابندی کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ شاہ عبدالرحیم دہلوی کے علاوہ قطب دہلی شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی (۱۶۵۰-۱۷۲۹ء) بھی آپ کے ارشد تلامذہ میں تھے چنانچہ اس موقع پر پروفیسر نظامی لکھتے ہیں :-

شیخ ابوالرضا اپنے زمانے کے جید عالم تھے علوم عقلی اور نقلی کے ہر گوشہ پر کامل عبور تھا۔ طبیعت کا زیادہ رجحان تصوف کی طرف تھا، اکثر اوقات اشغال و اذکار میں انہماک رہتا تھا، ساتھ ہی درس و تدریس کا بھی شوق تھا اور جو شائقین علم حاضر ہوتے تھے ان کی مشکل کو دور کرنے کے لئے اس طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔[2]

آپ کے علمی کارناموں میں آپ کے بہت سے مکتوبات ہیں جن میں آپ نے تصوف، حدیث، آیاتِ قرآنی کی تفسیرات اور بہت سے دقیق علمی مسائل پر خامہ فرسائی کی، ان مکتوبات سے یہ بھی

---

[1] حیاتِ ولی، حافظ رحیم بخش دہلوی ص ۱۸۹ [2] تاریخ مشائخ چشت۔ پروفیسر خلیق نظامی ص ۴۰۰ ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۵۳ء

ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا مذاقِ شعری بھی بہت اعلیٰ تھا، اکثر عربی کے قدیم شعراء کے اشعار کی بڑی اچھی توضیح و تصریح کی ہے اور بعض مسائل کا جواب بھی اشعار ہی میں دیا ہے بہت ممکن ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ میں جو مذاقِ سخن اور شاعرانہ کمالات تھے وہ آپ ہی کے تعلق اور اثر کا نتیجہ ہوں۔ مکتوبات عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ہیں جن کی عبارت نہایت سلیس عام فہم اور دل نشین ہے، مضامین کی ہمہ گیری، اور الفاظ کا اختصار آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ عربی کے ایک مشہور ادیب، مورخ اور سوانح نگار نے آپ کو ان الفاظ کے ساتھ کان قوی العلم فصیح اللسان عظیم الورع واسع المعرفة.... وکان صاحب مقامات علیة وکرامات جلیة ومعارف خاصة ومواجید صادقة یستغرق دائماً فی بحار التوحید[1]۔ خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

مسئلہ وحدۃ الوجود تصوف کے مسائل میں ایک نہایت اہم اور دقیق مسئلہ ہے اور ہر دور میں علماء وصوفیاء کے درمیان معرضِ بحث بنا رہا ہے بعض حضرات نے تو اس میں انتہائی غلو سے کام لیا ہے جس کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولانا اکبر آبادی صاحب نے اپنے ایک مضمون میں مسئلہ وحدۃ الوجود کی بابت لکھا ہے:۔

"مسلمانوں میں اس عقیدے کا بانی شیخ محی الدین ابن عربی کو سمجھا جاتا ہے اگرچہ یہ صحیح نہیں ہے تاہم اس میں شبہ نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم میں اس سلسلہ میں متفرق مقامات پر بڑی قوت اور یقین کے ساتھ جو کچھ لکھا ہے اس نے وحدۃ الوجود کو ان کا ایک خاص فن بنا دیا ہے۔ ان کے نزدیک واقع میں صرف ذات باری کا وجود اصلی اور ذاتی ہے اس کے علاوہ باقی تمام چیزیں اس معنی میں موجود ہیں کہ ذات باری کی ہستی کے آثار اور پرتو ہیں۔ ذات باری کی ہستی سے علیحدہ ان کی اپنی کوئی ہستی نہیں ہے[2]۔"

---

[1] نزہۃ الخواطر، الجزء السادس، علامہ عبدالحی حسنی ص ۹ دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۹۵۸ء [2] غالب کے مسائل تصوف۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ماخوذ از عرفان غالب ص ۱۱۵، یونیورسٹی پبلی کیشن مسلم یونیورسٹی علیگڈھ ۱۹۷۳ء

یہ نظریہ ہندوستان کے فلسفہ ویدانت سے بھی بہت کچھ ملتا جلتا ہے جس کے سب سے بڑے علمبردار اور مبلغ شری شنکر آچاریہ تھے۔ اس نظریہ نے مشرق اور مغرب کے ہر اس شخص کو متاثر کیا جس کو تصوف سے ذرا بھی دلچسپی تھی، اس مکتب فکر کے اثرات بہت دور رس اور ہمہ گیر تھے اس سے جس طرح عیسائیت نے اثر قبول کیا، اسی طرح اسلامی تصوف بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ہندوستان کے فلسفہ ویدانت کے نظریہ وحدۃ الوجود نے بھی اسلامی تصوف کو متاثر کیا۔ لیکن ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود اور شنکر آچاریہ کے فلسفہ میں کوئی مماثلت نہ تھی۔ شنکر آچاریہ کے نزدیک تمام کائنات مایا، یعنی ایک خیالی نقش ہے لیکن اس کے برعکس ابن عربی کے نزدیک پوری کائنات اگرچہ حق کی ہی ذات کا پرتو ہے لیکن کائنات کے تعینات اور تشخصات بھی حقیقی اور واقعی ہیں[1]۔

اس طرح یہ نظریہ ہر دور کے مختلف مفکرین و موحدین کے خیالات اور طرز فکر کو اپنے اندر سموتا ہوا عرب سے ایران اور ایران سے ہندوستان میں اسلامی دھارے کے ساتھ داخل ہوا، یہاں جتنے بھی صوفی، درویش، دانشور، علماء اور شعراء پہونچے یا پیدا ہوئے وہ سب کے سب کسی نہ کسی حد تک وحدۃ الوجود کے قائل اور پیرو رہے یہاں تک کہ شیخ ابوالرضا الہندیؒ بھی نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور صرف قائل ہی نہیں بلکہ اس کے مبلغ بھی تھے مگر آپ کے اندر غلو کا مادہ نہ تھا۔ اور نہ ہی اس معاملہ میں متشدد تھے، ایک موقع پر آپ نے فرمایا،

در محفل عظیم از علماء و عرفاء مسئلہ	ایک بار علماء و عرفاء کی ایک بڑی جماعت
وحدۃ الوجود اثبات کردم و بعبارت	میں، میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود کو متکلمین
عقائد متکلمین تمسک نمودم و دلائل	کی عبارتوں سے تمسک کر کے ثابت کیا

---

[1] غالب کے مسائل تصوف۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی، ماخوذ از عرفان غالب ص ۱۱۵ - ۱۱۶، یونی ورسٹی پبلی کیشن، مسلم یونیورسٹی علیگڈھ ۱۹۷۳ء

عقلیہ و نقلیہ بیان کردم اما تلفظ بلفظ " وحدۃ الوجود " نکردم ہمہ قبول کردند یعنی اہل رسوم تعصب ایشاں بالفاظ بیشتر ست[1]

اور عقلی و نقلی دلائل پیش کئے لیکن لفظ " وحدۃ الوجود " استعمال نہیں کیا، سب نے اس کو قبول کر لیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل رسوم کا تعصب الفاظ سے کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔

آگے چل کر سپھر فرماتے ہیں کہ :-

وجود عالم در مرتبۂ وہم است و حق تعالیٰ وجود صرف ست عارفی گفتہ الوجود فی الکل ساری والتعینات امور اعتباریۃ۔ پس عالم دور ترین اشیاء است از حق عز و جل زیرا کہ موجود حقیقی و موہوم صرف باہم تضاد دارند و در میان ایشاں جامع نیست در رنگ آنکہ گویند سراب دور ترین اشیاست از بحر زیرا کہ سراب بسبب لمعان نور الشمس بصورت بحر بر آمدہ حال آنکہ بحقیقت در میان انہا تباین کلی ست[2]

وجود عالم وہم کے مرتبہ میں ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ وجود خالص ہے ایک عارف نے کہا ہے کہ وجود کل میں ساری ہے اور تعینات امور اعتباریہ میں سے ہیں لہٰذا عالم حق تعالیٰ عز و جل سے بعید تر اشیاء میں سے ہے کیوں کہ موجود حقیقی اور موہوم میں باہم تضاد ہے اور ان کے درمیان کوئی جامع نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سراب دریا سے بعید ترین اشیاء میں سے ہے کیوں کہ نور شمس دریا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں ان کے درمیان بالکلیہ بعد ہے۔

---

[1] انفاس العارفین۔ شاہ ولی اللہؒ ص ۱۰۱ [2] ایضاً ص ۱۰۲، ۱۰۳

شاہ ابوالرضا محمد کی تصنیفات میں سے اب صرف ایک رسالہ کا پتہ چلتا ہے جس کا نام اصول الولایۃ ہے، اس میں آپ نے باطنی علوم و معارف کے دریا بہائے ہیں۔ ایک جگہ آیۃ: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ولایت کبریٰ کے حصول کے لئے چھ چیزیں ضروری ہیں جن میں چار شرطیں نص قرآنی کی ترتیب کے مطابق ہیں، اول، ایمان بہ تصدیق دل و بہ اقرار زبان، دوم، تقوی بذریعہ پابندی احکامات و اجتناب منہیات، سوم، طلب شیخ کہ جس کی بدولت راہِ وصول حاصل ہوتی ہے، چہارم جہاد، بذریعہ فنائے انانیت و اثبات باری تعالےٰ۔ بقیہ دو شرطیں یہ ہیں، ایک تو اپنی ذات سے چھٹکارہ حاصل کرنا اور دوسری دوامِ مشاہدہ دوست۔ یہی ولایت کبریٰ حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

اسی رسالہ میں آپ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک، مرید صادق کو کس طرح شب و روز عبادت الٰہی میں صرف کرنا چاہیے اور کیا کیا عبادتیں اور کن ادعیہ ماثورہ کا ورد کرنا چاہیے۔ اس طرح ایک سالک کے لئے آپ نے پورے چوبیس گھنٹہ کا ایک پروگرام تیار کر کے پیش کیا ہے اس رسالہ میں آپ نے جن اصول و فرائض کا ذکر کیا ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی خود اپنی عملی زندگی کس اعلیٰ پیمانے کی ہوگی۔

ملفوظات شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شوارق المعرفۃ میں آپ کے بہت سے ملفوظات تحریر فرمائے ہیں۔ ان سب کو تو یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں البتہ ان میں سے چند کا تذکرہ مناسب ہوگا۔

ا۔ فرمایا — ایمان کی ایک حد معین ہوتی ہے جب وہ اس حد تک پہونچ جاتا ہے تو پھر کبھی اس کا زوال نہیں ہوتا، اسی طرح اعمال کی ایک حد ہوتی ہے کہ جب وہ وہاں تک عروج کر جاتے ہیں تو پھر مردود نہیں ہوتے۔ ایمان کی ادنےٰ حد یہ ہے کہ ایمان دار کے سینہ میں ایک محسوس نور ظاہر ہو جائے جس کی روشنی اور چمک سے اس کے باطنی آثار

اچھی طرح نمودار ہو جائیں ـــــ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک رات اپنے سینہ میں ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح روشن تھا اور اس کی روشنی میں مجھے گھر کے سارے گوشے اور سارا ساز و سامان اچھی طرح دکھائی دے رہا تھا، اسی اثنار میں خداتعالےٰ نے مجھ پر الہام فرمایا کہ ادنیٰ درجہ کا ایمان جو میرے یہاں مقبول ہے وہ اسی نور کے مانند ہے جسے میں کسی ایماندار سے سلب نہیں کرتا۔

۲۔ فرمایا ـــ انسان فلاح دارین اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جب کہ عقاید میں انبیاء علیہم السلام کی تقلید کرے اور بلاکم و کاست پیروی کرے جیسا کہ قدماء اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ کسی صاحب کشف کی صحبت حاصل کرے جو ان عقائد کی تفصیل و تحقیق پر پوری طرح متوجہ کرتا رہے۔

۳ـــ فرمایا ـــ تمام ریاضتوں میں عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہے کہ آدمی دائمی توجہ کے ساتھ کھانے پینے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرے اور افراط و تفریط سے ہمیشہ مجتنب و محترز رہے۔

۴۔ فرمایا ـــ اہلِ سنّت والجماعت اور معتزلہ و شیعہ کے درمیان دیدار الٰہی کے سلسلے میں جو نزاع ہے وہ صرف لفظی نزاع ہے، معتزلہ اور شیعہ اس وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ اس سے رویۃ خداوندی جہت کا تقاضا کرتی ہے اور خدا تعالےٰ جہت سے پاک و منزہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ انکشافِ اتم برفع حجب کو ثابت کرتے ہیں، مگر اہلِ سنت اس بات کے قائل ہیں کہ دیدارِ الٰہی بے کیف و جہت ہوگا اور یہی عین انکشاف اتم ہے۔

۵۔ فرمایا ـــ جو چیز عام لوگوں کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہی اولیاء اللہ کو دنیا میں میسر ہو جاتی ہے، چناں چہ وہ دنیا ہی میں دیدار الٰہی سے مشرف ہو جاتے ہیں، وہ اس کی ذات مقدس کو اشکال سے منزہ دیکھتے ہیں اس بارے میں مختلف

بزرگوں کے مختلف

مقامات ہوتے ہیں، بعضوں کو صرف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک بجلی ادھر سے ادھر کوند کر چلی گئی، اور کسی کو اس سے کسی قدر زائد، لیکن جو حضرات کامل اور اکمل ہیں، ان کا رتبۂ ولایت معراجِ کمال کو پہونچ جاتا ہے وہ ہمیشہ دیدار الٰہی میں محو رہتے ہیں۔ جیساکہ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لم اعبد ربًّا لم ارہ۔

۶۔ فرمایا۔ ہمارے عرفاء زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہیں ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و عزیز و اقارب کی حصولِ اغراض کے لئے سلاطین کے محتاج نہ ہوتے۔

۷۔ فرمایا ــــ جس کو ذوقِ مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو پھر وہ کسی معصیت سے زائل نہیں ہوتا۔

۸۔ ایک دفعہ یہ عبارت اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور ــــ آپ کے پیش نظر تھی جس کی تفسیر و توضیح آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اصحاب قبور سے مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حالات یاد کرکے عبرت پذیر ہو کیوں کہ مُردوں کے حالات یاد کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے سے دنیاوی تعلقات کی رگ کٹ جاتی ہے اور فکر معاش مضمحل ہو جاتی ہے۔

۹۔ حدیث ان الدنیا اقبح من جیفۃ منتنۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ دنیا انسان کو خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہونے سے روکتی ہے کیوں کہ انسان کا دلی تعلق اس کے ساتھ دل بستہ ہوتا ہے بخلاف مردار کے کہ اس میں یہ صفت نہیں پائی جاتی ہے اس لئے دنیا مردار سے زیادہ قبیح و شنیع ہے۔

۱۰۔ فرمایا ــ شریعت کے مخالف کوئی بات منہ سے نکالنا کذب فی الاقوال اور شریعت کے خلاف کوئی بات کرنا کذب فی الافعال ہے ــــ اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا کذب فی الاحوال ہے۔

سفرِ آخرت | شیخ محمد ظفر رہتکیؒ جو شاہ ابو الرضا محمد کے بہت زیادہ عقیدت مند

اور ہم نشیں تھے بیان کرتے تھے کہ شاہ صاحبؒ اپنی عمر کے ابتدائی زمانے میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری عمر پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان ہوگی چنانچہ جب آپ نے پچاس سال کی زندگی کا عرصہ طے کرلیا تو مجھے اکثر اس بات کا خدشہ لگا رہتا تھا، بالآخر وہ وقت آہی گیا، ابتداءً کچھ کسل اور تکان عارض ہوا، پھر اشیاء خورد ونوش سے بے رغبتی پیدا ہوگئی لہٰذا مسلسل تین روز تک کچھ تناول نہ فرمایا اس عرصہ میں تمام دنیاوی امور سے انتہائی بے تعلقی ظاہر ہونے لگی اسی حالت میں جب کئی روز گذر گئے تو لوگوں کو تشویش ہونے لگی۔ ۱۷ محرم الحرام ۱۱۰۱ھ کو نماز عصر کے وقت جب مسجد تشریف لانے لگے تو گھر والوں کو رخصت کرتے ہوئے چند الوداعی کلمات ارشاد فرمائے جس سے پورے ماحول پر ایک گہرے رنج وغم کی فضا طاری ہوگئی۔ نماز عصر سے فراغت کے بعد مقامات خواجہ نقشبند طلب فرمائے، جستہ جستہ اس میں سے کچھ پڑھا اور نہایت فرحت وشادمانی کے ساتھ تکیہ پر سہارا دیکر بیٹھ گئے اسی عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

آپ کے بعض مخلصوں نے فی البدیہ آپ کی تاریخ وفات "آفتاب حقیقت" سے نکالی ہے۔ آپ کے صاحب زادوں میں صرف شیخ فخر العالمؒ کے نام کا پتہ لگتا ہے جو خود بھی صاحب علم وفضل تھے۔

گذارش

خریدارانِ بُرہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلہ میں خط وکتابت کرتے وقت یا منی آرڈر روانہ کرتے ہوتے کوپن پر خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔ جو چٹ پر درج ہوتا ہے تاکہ تعمیلِ ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔ نیز اپنا پتہ اردو اور انگریزی میں ضرور لکھیں۔

(منیجر)